15-5-2019

دورہ قرآن(2019)

پارہ نمبر23(وَمَالِیَ)

علم سکھانے والا قابل رشک انسان ہے۔

✷عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رشک صرف دو آدمیوں پر ہی کیا جاسکتا ہے، ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اس نے وہ حق کے راستے میں بے دریغ خرچ کیا(یعنی کھلا خرچ کیا اسراف میں نہیں، صحیح جگہوں پر، فضول خرچی میں نہیں) اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت (یعنی دین کا علم قرآن وسنت کا علم دیا وہ اس کے موافق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم بھی دیتا ہے(یعنی اپنی زندگی میں بھی اس کو نافذ کرتا ہے اور کوئی اور بھی اس سے بات کرے تو اسی کے مطابق ہی رہنمائی کرتا ہے) اور اس کے ساتھ وہ دوسروں کو سکھاتا بھی ہے۔

علم پھیلانے والے کے لیے نبی ﷺ نے دعا بھی کی ہے۔

✷ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر اسے دوسروں تک پہنچایا، بعض اوقات پہنچانے والے سے سننے والا زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

✷ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے مسجد خیف میں منی کے اندر ہمیں خطبہ دیا، پس فرمایا:

اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سن کر حفظ کیا(یعنی یاد کرلیا) اور اس شخص کو پہنچایا جس نے اس کو نہیں سنا تھا(یعنی جو پہلے سے نہیں جانتا تھا) پھر اس شخص کی طرف بھی گیا جس نے اُسے نہیں سنا) یعنی اس شخص کو پہنچایا اور پھر خود بھی گیا، یعنی ایک ہوتا ہے علم کو convey کرنا کسی ذریعے یا واسطے سے اور ایک یہ ہے کہ لوگوں کے پاس خود جاکر ان کو سکھانا۔

تو ہمیں ہر طرح سے خیر کی بات عام کرنی چاہیے تاکہ لوگوں کی زندگیاں سنوریں اور ہم اس پر خود بھی عمل کرنے والے ہوں کیونکہ جو شخص علم پر عمل نہیں کرتا اس کی بات پھر اثر نہیں رکھتی۔

سورۃ یٰس

❖ آیت22

یہ اس شخص کا قول ہے جس نے پیغمبروں کی بات مانی اور دوسروں کو بھی ماننے کے لیے کہا اور اب وہ سمجھا رہا ہے اپنی قوم کو کہ لوگوں ایک اللہ کی عبادت کرو اور میں خود بھی اس کی عبادت کرنا چاہتا ہوں، یعنی میرے لیے اس ہستی کی عبادت کرنے سے جو عبادت کی واقعی مستحق ہے کون سی چیز مانع ہے؟ کیونکہ اسی نے مجھے وجود بخشا ہے اس نے مجھے پیدا کیا ہے، اس نے مجھے رزق دیا ہے اور ساری مخلوق کو واپس بھی اسی کی طرف جانا ہے پھر وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا اور سزا دیگا۔

تو جس کے ہاتھ میں تخلیق ہے، جہاں سے ہم آئے ہیں، جس کے ہاتھ میں رزق ہے کہ اس دنیا میں اس کا رزق کھاتے ہیں اور جس کی طرف ہم آخرت میں لوٹ کر جائیں گے وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور ان ہستیوں کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کی تعریف کی جائے اور اسی کی بزرگی بیان کی جائے جس کے ہاتھ میں ہر طرح کا نفع اور نقصان ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی اور کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں اور نہ زندگی کا اور نہ موت کا۔

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہی عبادت ہونی چاہیے کیونکہ ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اور کس دن جانا ہے؟

قیامت کے دن۔

جس اللہ تعالیٰ پچھلوں اور پہلوں سب کو ایک مقررہ دن میں جمع کرے گا، چالیس سال کے قیام کے برابر، ان کی نگاہیں اٹھی ہوئی ہوں گی اور وہ فیصلہ اور حکم ہونے کے منتظر ہوں گے۔

✷ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اللہ عزوجل، بادلوں کے سایے میں عرش سے کرسی کی طرف نزول فرمائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے لوگو! کیا تم اپنے اس رب سے راضی اور خوش نہیں ہو؟ جس نے تمہیں پیدا کیا، اس نے تمہیں روزی دی اور تمہیں یہ حکم دیا کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور یہ کہ اس نے تم سے ہر انسان کو پھیر دیا، جس کی تم دنیا میں عبادت کرتے تھے (ہر وہ چیز اب غائب ہو گئی) کیا یہ تمہارے رب کی طرف سے عدل و انصاف نہیں؟ وہ کہیں گے ہاں! پس ہر قوم اس کی طرف چل دے گی جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتے تھے اور دنیا میں جن سے محبت کرتے تھے وہ چلیں گے اور ان کے لیے ان چیزوں کی تشبیہ پیدا کر دی جائے گی جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے پس بعض سورج کی طرف چلے جائیں گے بعض چاند کی طرف اور بعض پتھروں کے بتوں کی طرف جائیں گے ان شبیہوں کی طرف جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ پھر جو توحید پر ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ ان میں سے کسی اور ہستی کی طرف نہیں جائیں گے۔

تو ہم میں ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس رب نے مجھے پیدا کیا جو مجھے رزق دیتا ہے اور جس کے پاس میں نے واپس جانا ہے وہ سب سے زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ ہم اُسی کے آگے جھکیں اور اُسی کی نماز پڑھیں، اُسی کے لیے روزہ رکھیں، اُسی کے لیے قربانی کریں، اُسی کے لیے صدقہ خیرات کریں، اُسی کی خوشنودی لیے بندوں کی خدمت کریں بندوں کے کام آئیں۔ ہمارا سب کچھ اسی کی خاطر ہونا چاہیے، اُسی سے ہم دعا کریں، اُسی سے فریادیں کریں مشکل وقت میں، اُسی کو پکاریں یہ تمام امور عبادت سے تعلق رکھتے ہیں۔

❖ **آیت 24** یعنی غیر اللہ تو کسی کام کے نہیں ہیں۔

❖ **آیت 25** لیکن سننے کی بجائے انہوں نے اس شخص کو ہی مار ڈالا۔

❖ **آیت 26** قِيلَ ادخُلِ الجَنّة

یعنی لوگوں نے اس کی بات کی قدر نہ کی، نہ اس کی بات کو importance دی اور نہ بات مان کر دی لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس بات کی وجہ سے جو اُس نے

اخلاص کے ساتھ کی تھی اور لوگوں کی خیر خواہی کی تھی ان ہی کے مار ڈالنے کے بعد اس کو جنت عطا کر دی۔

یعنی مرنے کے بعد بھی وہ اپنی قوم کی فکر کر رہا ہے اور اپنی قوم کی خیر خواہی کر رہا ہے۔

ایک سچے داعی کے اندر یہی صفت ہوتی ہے کہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہو اس کو لوگوں کی طرف سے کوئی خیر پہنچ رہی ہو یا ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو وہ ہر حال میں ان کا خیر خواہ ہی ہوتا ہے اور ایسی خیر خواہی پیغمبروں کی اندر ہوتی ہے اور پھر جو ان کی سنتوں کی پیروی کرنے والے ہوں، کہ انسان ہلاکت چاہنے والوں سے بھی بھلائی کا ارادہ کرے۔

✷ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے نبی ﷺ پر جادو کر دیا آپ ﷺ اس جادو کی وجہ سے چند دن بیمار رہے پھر جبرائیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کر کے فلاں کنویں میں گرہیں ڈال رکھی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو وہاں پر بھیجا وہ جادو کی گرہیں نکال لائے، لاتے ہی رسول ﷺ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح رسی میں بندھے ہوئے ہوں اور کوئی شخص وہ رسی کھول دے (یعنی وہ کیفیت دور ہو گئی) پھر آپ ﷺ نے اس کا تذکرہ بھی اس یہودی سے نہیں کیا (حالانکہ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کو یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ مجرم کون ہے؟ جادو کرنے والا کون ہے؟ لیکن آپ ﷺ نے نہ اس کو بلایا، نہ اس کو کچھ کہا، نہ اس کو کوئی ملامت کی اور نہ ہی اس نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر اس کا کچھ اثر بھی محسوس کیا۔

اگر ہمیں شک بھی پڑ جائے کہ فلاں کی نظر لگی ہے تو ہم سیدھے منہ اس سے بات بھی نہیں کرتے، کہ اچھا یہ پھر نظر لگانے آ گیا ہے۔ یا کبھی کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے باتوں میں یا کسی اور طریقے سے، لیکن نبی ﷺ کا اخلاق دیکھیں، اسی لیے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ اور آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں

❖ **آیت 29** بس ایک چیخ تھی جس سے ان سب کے دل پھٹ گئے اور وہ جہاں تھے وہیں کے وہیں ختم ہو گئے۔

❖ **آیت 30** یعنی انھوں نے اپنے خیر خواہوں کی کبھی قدر ہی نہیں کی۔

❖ آیت 35

تو آپ بھی جب کھانے کی میز پر بیٹھیں تو آپ دیکھیں کہ اس میں سے کیا چیز ہے جو میری تیار کی ہوئی ہے؟

کوئی بھی پھل ہو انگور ہو، آم ہو، کیلا ہو اس کو دیکھا کریں کہ یہ میرے رب نے پیدا کیا ہے میرا اس میں کچھ بھی کمال نہیں میں تو اس کو صرف گروسری شاپ سے خرید کر لے آئی ہوں اور دھو کر ٹیبل پر رکھ دیا ہے باقی تو سب اللہ ہی کی عنایت ہے، اگر وہ پیدا نہ کرے تو یہ سب ہمارے اسٹورز میں آئے کہاں سے اور ہم خریدیں کہاں سے؟ کہاں سے بنائیں گے؟ ہمارے کرنے کا کام کیا ہے؟ کھائیں اور شکر ادا کریں۔

اردو میں ایک بڑا مشہور شعر ہے (رب کا شکر ادا کر بھائی، جس نے ہماری گائے بنائی) یعنی اصل شکر تو اس کا ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔

❖ آیت 36

یعنی جو آسمانوں میں ہیں، زمین کی گہرائیوں میں ہیں، ہر چیز جوڑا جوڑا ہے سوائے رب العالمین کے، کہ وہ واحد ایک اکیلا ہے۔

اور یہاں آیت شروع ہو رہی ہے

سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِي سے، تعجب کے وقت انسان سبحان اللہ کہتا ہے اللہ تعالی کی نشانیوں کو دیکھنے کے وقت اور یہاں پر حیرانی کی بات یہ ہے کہ اتنی بڑی بڑی نشانیاں لوگوں کے آس پاس ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کفر پر اڑے ہوئے ہیں۔

❖ آیت 38

یہاں اللہ تعالی کہ دو صفات العزیز اور العلیم بیان ہوئی ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی غالب ہے اسی کے کنڑول میں ہیں یہ سارے ستارے اور سیارے اور اسی نے اپنے علم کی بنا پر ان سب چیزوں کو تخلیق کیا اور ان کو چلا بھی رہا ہے۔

❖ آیت 39

کس طرح باریک سا چاند طلوع ہوتا ہے اور پھر پورا چاند بن جاتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے باریک سا واپس رہ جاتا ہے۔

❖ آیت 40

ہر کوئی اپنا کام کر رہا ہے اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا ہے لیکن انسان ہے کہ وہ اپنا کام کم کرتا ہے اور دوسروں کے کاموں میں مداخلت زیادہ کرتا ہے، اپنا محاسبہ کم کرتا ہے اور دوسروں کا حساب کتاب اور غلطیاں زیادہ نکالتا ہے لیکن مخلوق میں ہر چیز جو ہے وہ اپنے اپنے کام اور اپنی اپنی رفتار کے ساتھ دوڑ رہی ہے۔

❖ آیت 41-42

اشارہ ہے کشتی نوح علیہ السلام کی طرف

یعنی پہلی کشتی تو نوح علیہ السلام نے بنائی تھی لیکن پھر ان کو دیکھ کر بہت سی کشتیاں اور ships دنیا میں بنے۔

❖ آیت 43-44

یعنی عین سمندر کے بیچ میں کوئی مدد کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور کوئی کام نہیں آسکتا کوئی چھڑا نہیں سکتا سمندر کی موجوں سے۔

یعنی سارے خطرات کو پار کرتے کرتے آخر کنارے جا لگتے ہیں، اسی طرح ایک کشتی ہوائی کشتی بھی ہے ہوائی جہاز کی شکل میں **مِّن مِّثۡلِهِۦ مَا يَرۡكَبُونَ** تو وہ بھی کتنے خطرات سے گزر کر انسان کو اپنی منزل تک پہنچاتا ہے، اس میں انسانی کوششیں تو ہیں لیکن اصل فضل رب ہی کا ہے کہ جو انسانوں کو تمام خطرات سے محفوظ رکھتے ہوئے منزل تک پہنچاتا ہے۔

❖ آیت 47

یعنی عجیب logic ہے کہ اللہ نے ایک نظام رکھا ہے کہ کچھ بندوں کو زیادہ دیا کچھ کو کم اور جن کو کم دیا ان کا کچھ حصہ دوسروں کے پاس رکھ دیا تاکہ وہ ان پر خرچ کریں لیکن وہ ساری نعمت پا کر بخل کرتے ہیں اور پھر طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں کہ اللہ تعالی خود ان کو کیوں نہیں دے دیتا؟

یہ اس کی حکمت ہے مصلحت ہے اس نے ہمارے ہاتھوں سے دلوایا تاکہ دینے والوں کو اجر عطا کرے۔

اور جب کسی کو دیا جاتا ہے تو اس سے دل نرم ہوتے ہیں آپس کی محبتیں بڑھتی ہیں اور ایک تعلق پیدا ہوتا ہے لوگوں کے درمیان اور اگر ہر کوئی independently صرف اپنی زندگی گزارے تو isolation بھی ہو جاتی ہے، تنہا بھی ہو جاتا ہے انسان۔

کیا ہم اسے کھلائیں؟ جسے اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کھلا سکتا تھا۔۔

یعنی کہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

تم تو صریح گمراہی میں پڑ گئے ہو۔۔۔

یعنی اچھی بات کرنے والے کو گمراہ کہا جا رہا ہے۔

❖ آیت 49

یعنی وہ دنیا کے کاموں میں، آپس کی باتوں، میں خریدنے بیچنے میں جھگڑا کر رہے ہوں گے بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے، کوئی سیاست پر اور کوئی بزنس میں، مجلسوں اور بازاروں میں گفتگو کر رہے ہوں گے کہ یکایک قیامت آ جائے گی۔

❖ آیت 50

یعنی جو گھر کے باہر گیا ہوا ہوگا، وہ باہر ہی مر جائے گا۔

❖ آیت 51

یعنی یہ دوسرا صور پھونکنے کے موقع پر ہوگا یا تیسرا جب نفخۃ البعث ہے۔

پہلے میں تو گھبراہٹ ہے پھر بے ہوشی ہے یا ہلاکت ہے اور پھر تیسرے میں سب اٹھ جائیں گے ،نفخۃ البعث والنشور۔

❖ آیت 54

جو کچھ آج کمایا وہی کل سامنے آئے گا۔

❖ آیت 55

جنتیوں کو نعمتوں میں مشغول کر دیا جائے گا اور جلد نعمتوں کی طرف لایا جائے گا یعنی جہنمیوں کو جہنم کی طرف بھیجنے سے پہلے ہی جنتیوں کو جنت کی طرف لے آیا جائے گا، اس لیے جب جہنمی جہنم میں پھینکے جائیں گے تو جنتی اس منظر کو نہیں دیکھیں گے یعنی کفر کرنے والے شرک کرنے والے ان کا حساب کتاب نہیں ان کے لیے اتنا ہی جرم کافی ہے کہ انھوں نے اللہ کا انکار کیا یا شرک کیا تو ان کو گروہ در گروہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا، ایک بڑی تعداد کو، لیکن جنتیوں کو وہ منظر دکھائے بغیر پہلے ہی جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

وَأُزْلِفَتِ ٱلْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ

جنت متقین کے قریب کر دی جائے گی وہ کچھ دور نہ ہوگی

یعنی انھیں فوراً وہاں اپنی منزل پر پہنچا دیا جائے گا۔

✴ نبی ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ عزوجل قیامت والے دن جنت کو بلائے گا وہ زینت اور سجاوٹ، نمائش اور آرائش کے ساتھ آئے گی پھر اللہ تعالی اعلان کرے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں جنھوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور ان سے قتال کیا گیا انھیں میرے راستے میں تکالیف دی گئیں اور انھوں نے میرے راستے میں جدوجہد کی، کہا جائے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اسی طرح دوسری حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ستر ہزار لوگ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

اللہ ہمیں بھی ان میں شامل کرلے اور ہم سے حساب نہ لے۔ آمین۔

❖ آیت56

یعنی بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

❖ آیت59

یعنی اہل ایمان سے الگ ہو جاؤ، دنیا میں بس ایک دوسرے کے دوست ہو سکتے تھے، رشتہ دار ہو سکتے تھے، خونی تعلق ہو سکتا تھا، نسبی سسرالی تعلق ہو سکتا تھا لیکن آج ایک ہی تعلق باقی رہا اور وہ ہے دینی تعلق، اللہ کی خاطر جو تعلق ہے کہ جس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرتے تھے بس وہی ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باقی ان سے الگ کر دیئے جائیں گے۔

❖ آیت60-61

کھلا دشمن ہے یعنی دنیا میں ہمیں پیغمبروں کے ذریعے یہ بتا دیا گیا کہ شیطان ہمارا دشمن ہے اور اللہ تعالی نے صاف فرما دیا۔ وَأَنِ ٱعۡبُدُونِيۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ

لیکن تم نے کیا کیا سیدھے راستے کو چھوڑ کر شیطان کا حکم مانا اور اسکی پیروی کی، اس کے وسوسوں میں آ گئے۔

❖ آیت65

✴ رسول ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن جب تم لوگ پیش ہو گے تو تمہارے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور سب سے پہلے جو چیز بولے گی وہ انسان کی ران اور ہتھیلی ہو گی۔

(یعنی انسان کا ہاتھ ہو گا جو بولنا شروع کرے گا کہ اس نے مجھ سے کیا کیا کام لیے جو اللہ کی نافرمانی کے تھے۔ قیامت کے دن باقی اعضاء بھی انسان کے خلاف بولیں گے، جس عُضو سے انسان نے اللہ کی نافرمانی کا کام لیا۔)

قیامت کے دن ایک شخص آئے گا اور کہے گا اے میرے رب میں تجھ پر، تیری کتابوں پر، تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، اس سے جس قدر ہو گا اپنی نیکی کی تعریف کرے گا (کہ میں نے یہ بھی کیا، یہ بھی نیک کام کیا) پھر اللہ تعالی فرمائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی

جائے گی اور اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا بولو، پھر اس کی ران، اس کا گوشت، اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گی۔

یعنی انسان اپنے منہ سے تو اپنے نیک اعمال کا دنیا میں بھی بڑا ذکر کرتا رہتا ہے لیکن قیامت کے دن وہ زیادہ دیر جھوٹ نہیں بول سکے گا جو اس کے عمل ہوں گے وہ ویسے ہی سامنے آجائیں گے اور جن کو وہ اپنی نیکی بتارہا ہوگا اور وہ نیکی نہیں دراصل بدنیتی سے کوئی اور ہی غلط کام کیے ہوئے تھے تو وہ بھی کھل کر سامنے آجائیں گے اور اعضاء بول پڑیں گے اور اس وقت آپ دیکھیں کہ انسان کو کس قدر شرمندگی ہوگی کبھی آپ نے یہ تجربہ کیا ہوگا کہ آپ اپنی کسی دوست سے کسی مہمان سے کوئی بات کر رہے ہیں اپنا کوئی experience شیئر کر رہے ہیں کہیں سفر پر گئے کوئی چیز دیکھی اتنے میں بچہ بول پڑتا ہے نہیں ماما ایسے نہیں تھا، ایسے تھا تو اس وقت کس قدر شرمندگی ہوتی ہے کہ چاہے ہم بھول کر ہی ایسی کوئی بات کر رہے ہوں یا بچہ ہی غلط کہہ رہا ہو اور ماں باپ کو ویسے ہی غلط کہے لیکن وہ وقت انتہائی شرمندگی کا وقت ہوتا ہے کہ جب ایک انسان ایک بات کہہ رہا ہو اور بڑے یقین کے ساتھ دوسرا اس کو جھٹلا رہا ہو۔ اور یہاں تو یہ ہے کہ دوسرا نہیں ہے خود انسان کا اپنا وجود ہے، تو سوچیں کہ کس قدر شرمندگی کی بات ہوگی۔

❖ آیت 66

یعنی دنیا میں اگر ہم ایک نعمت بھی لے لیں تو ان کی زندگی دوبھر ہو کر رہ جائے، جو لوگ پہلے دیکھتے ہیں اور پھر وہ نہیں دیکھ پاتے اور اگر آپ اس کا experience کرنا چاہیں تو آپ کسی وقت اپنے ہی گھر میں، اپنے ہی بیڈ روم میں، اپنے ہی واش روم میں آنکھیں بند کر کے ذرا کوئی کام کریں، اپنے ہی کچن میں تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کریں تو اس وقت قدر آئے گی کہ یہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں۔ دن میں باقی اعضاء پھر بھی آرام کرتے ہیں لیکن ہم سارا دن ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں سارا دن چاہے پڑھ رہے ہوں چاہے ویسے ہی کچھ دیکھ رہے ہوں، جب تک ہم جاگتے ہیں ہماری آنکھیں مسلسل کام کر رہی ہوتی ہیں، لمحوں کے لیے جھپکتے ہیں لیکن پھر دیکھنے لگتے ہیں کیونکہ ہم برداشت ہی نہیں کر پاتے ہیں کہ ہم جاگ رہے ہوں اور ہماری آنکھیں بند ہوں۔

اللہ تعالی کے لیے ان کو عذاب دینا اور ان کی نافرمانیوں پر اور ان کی سرکشیوں پر ان کو پکڑنا کچھ مشکل کام نہیں۔

❖ آیت 67

یعنی ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکیں۔

یعنی جہاں ہیں وہیں کہ وہیں جام ہو جائیں پتھر ہو جائیں۔

❖ آیت 68

ہم سب کے سامنے کتنے ہی بزرگ ایسے ہو سکتے ہیں کہ جن کو ہم اپنے سامنے، اپنے والدین کو یا اپنے ساس سسر کو یا نانا، نانی کو ان کی کسی جوانی یا نیم جوانی کی حالت میں بھی دیکھا اور ان کو active دیکھا اور ان کو بھاگتے دوڑتے اور دنیا کے کام کرتے کراتے اور پھر کس طرح ان کو بیماریوں نے آگھیرا اور ان کا حافظہ چلا گیا کوئی Alzheimer کا مریض ہو گیا کسی کو dementia ہو گیا، کوئی اپنی یادداشت کھو بیٹھا۔

یہ سارے منظر سبق سیکھنے کے ہیں ان میں اپنا فیوچر دیکھیں اور اللہ سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالی ہمیں ان تمام آزمائشوں سے بچا کے رکھے۔

تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ان سے مقصود کیا ہے؟ کہ نافرمانیاں کیوں کر رہے ہو، اللہ کو ناراض کیوں کر رہے ہو اللہ کی نعمتوں پر شکر کیوں نہیں ادا کرتے ہو ان اعضاء سے، اس زندگی سے اللہ کی عبادت کا کام کیوں نہیں لیتے؟ کیا تم اس بات کے انتظار میں ہو کہ تمہاری اس طرح پکڑ ہو جائے۔

- **آیت 70**

زندگی سے مراد صرف زندہ ہونا نہیں بلکہ دل کی زندگی مراد ہے کیونکہ جس کا دل زندہ ہوتا ہے وہی اس کتاب سے اس قرآن سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جس کا دل مر جائے نہ وہ قرآن پر غور و فکر کرتا ہے نہ تدبر کرتا ہے نہ اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہوتا ہے۔

- **آیت 73** کہ کس طرح ہم دودھ سے لسی اور ملک شیک اور کیا کیا چیزیں بناتے چلے جاتے ہیں۔
- **آیت 79** ہر طرح کی تخلیق کا علم اس کو ہے لہٰذا انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔
- **آیت 81** یعنی آسمان کی پیدائش بڑا کام ہے یا انسان کو دوبارہ پیدا کرنا جس کو پہلی بار وہ خود پیدا کر چکا ہے۔
- **آیت 82** اس کی تو قدرت اتنی زیادہ ہے اتنی طاقت، قدرت، علم اور حکمت کا مالک ہے کہ اسے اپنے کام کروانے میں بھی کچھ مشکل نہیں۔

سورة ٱلصَّٰٓفَّٰتِ

- **آیت 1**

صف بستہ ہیں۔ یعنی نماز کی صفوں کی طرح فرشتوں کی بھی صفیں ہیں، فرشتے آسمان میں ایسے ہی صفیں بناتے ہیں جیسے دنیا میں لوگ نماز کے لیے صفیں بنتے ہیں اور کہا گیا کہ جب وہ ہوا میں کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے پروں سے قطار بناتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ جو چاہتا ہے انھیں حکم دیتا ہے۔

✷ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

کیا تم اس طرح صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب عزوجل کے پاس بناتے ہیں؟ ہم نے پوچھا فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ پہلے ابتدائی (یعنی اگلی) صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

آپ مسجد جا کر کیا کرتے ہیں؟ اگلی صف کو پورا کرتے ہیں یا نہیں؟

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ شروع میں آجاتے ہیں وہ کھلے کھلے بیٹھ جاتے ہیں جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو بیچ میں gaps آجاتے ہیں تو اس میں فوری طور پر دیکھنا چاہیے کہ میرے سے اگلی صف میں کوئی جگہ تو نہیں خالی، کوئی ایسی جگہ تو نہیں کہ جس کی وجہ سے بہت بڑا گیپ آرہا ہے؟ تو فوراً آگے بڑھ جانا چاہیے اور جوں ہی یہ شخص آگے بڑھے گا تو اس سے پچھلی صف والا کیا کرے گا؟ وہ آگے بڑھ جائے گا یا پھر ساتھ جڑ جائیں گے ایک دوسرے کے ساتھ اور اگر صفوں کے اندر یہ خلل ہو تو یہ نماز کی اقامت کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے۔

تو آپ سب جو سن رہے ہیں وہ اب اس چیز کا ضرور اہتمام کریں اور اس بات کے حریص ہوں کہ ہمیں فرشتوں جیسی صفیں بنانی ہیں کیونکہ یہ صف بندی بھی ایک عبادت ہے اور دلوں کی درستگی کا انحصار صفوں کی درستگی پر ہے۔

✷ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان ایک طرف سے دوسری طرف کو چلتے جاتے آپ ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے آگے پیچھے مت ہو۔

ایک تو ہے gaps فِل کرنا اور دوسرا یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ برابر کھڑے ہونا آگے پیچھے نہیں، برابر کھڑے ہونا۔

✷ فرمایا: آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں بھی اختلاف آجائے گا۔

✷ اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: بے شک اللہ پہلے صفوں میں آنے والوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں کے لیے دُعائیں کرتے ہیں۔

لیکن عورتوں کے لیے پچھلی صف زیادہ مناسب ہے جو مردوں سے کچھ دور ہو۔

❖ آیت 5

مشرقوں کا رب، یعنی ہر روز سورج ایک نئے angle سے طلوع ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ سردیوں اور گرمیوں کے مشرق میں بہت بڑا فرق پر جاتا ہے۔

اور ایک اور معنی یہ بھی ہے کہ جہاں ہمارا سورج نکل رہا ہوتا ہے وہاں کسی اور کا غروب ہوتا ہے اور پھر جہاں ہمارا غروب ہوتا ہے وہاں کسی اور کا مشرق ہوتا ہے تو اس لیے ایک مشرق نہیں کئی مشرق ہیں یعنی جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔

❖ آیت 6

یہاں خاص آسمان دنیا کا ذکر ہے إِنَّا زَيَّنَّا ٱلسَّمَآءَ ٱلدُّنْيَا بِزِينَةٍ ٱلْكَوَاكِبِ کیونکہ وہی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے باقی آسمان تو ہم دیکھ نہیں پاتے۔

❖ آیت 7

یعنی آسمان میں جنات یا شیاطین نہیں چڑھ سکتے۔

❖ آیت 10

تاہم اگر کوئی شیطان کوئی بات لے اڑے تو ایک تیز شعلہ اس کا تعاقب کرتا رہتا ہے۔

✷ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک انصاری صحابی نے خبر دی کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا اور روشنی پھیل گئی (یعنی اوپر سے شعلہ آیا) تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: تم جاہلیت میں کیا کہا کرتے تھے کہ جب کوئی ستارا اس طرح پھینکا جاتا تھا، انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں (یعنی اپنی پچھلی بات نہیں دہرائی) پھر کہا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ اس رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے اور کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان ستاروں کو کسی کی موت یا کسی کی حیات کی وجہ سے نہیں پھینکا جاتا بلکہ جب جنات آسمان سے اللہ کے کسی فیصلے کی بات کو اچک لیتے ہیں اور اسے اپنے دوستوں یعنی کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں تو وہ ستاروں سے مارے جاتے ہیں (یعنی ان کے پیچھے یہ شہاب ثاقب آتے ہیں اس کا تعلق کسی کی زندگی اور موت سے نہیں)۔

❖ آیت13

یعنی دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جو اللہ کی نشانیوں کو تخلیق کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں تعجب کرتے ہیں ان کے دل میں اللہ کی محبت آتی ہے اور دوسرے لوگ وہی نشانیاں دیکھ کر مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں مذاق اڑانے والا دراصل ناسمجھ ہوتا ہے۔

❖ آیت16

اس کو ہم جھٹلاتے رہے۔ استغفر اللہ یعنی انسان کے لیے اچانک ان چیزوں کا سامنے آنا کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے جن کا وہ انتظار نہیں کرتا سوچتا بھی نہیں جس کو expect نہیں کر رہا ہوتا یعنی جن چیزوں کا انسان expect کر رہا ہوتا ہے وہ چاہے کتنی بھی بھاری ہوں وہ انسان کے لیے بہت مشکل نہیں پیدا کرتیں لیکن جب انسان کسی چیز کو expect نہیں کرتا اور وہ سامنے آتی ہے اور وہ کوئی معمولی چیز نہیں بہت بڑا حادثہ۔

آپ سوچیئے کہ وہ انسان کے لیے کتنا shocking ہوتا ہوگا تو یہی حال ان لوگوں کا ہوگا۔

❖ آیت22

یعنی قیامت کے دن ایک جیسے عمل کرنے والوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائے گا، یعنی محشر میں حساب اور بدلے کے لیے جمع کیا جائے گا۔

تو یہاں یہ نہیں کہا کہ جمع کیا جائے گا ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بھی، یعنی جو ایک جیسے کام کرنے والے ہیں ان سب کو، جن کے عمل ایک جیسے تھے، جیسے شراب پینے والے شرابیوں کے ساتھ، زنا کرنے والے زانیوں کے ساتھ، شرک کرنے والے مشرکین کے ساتھ، جادوگر جادوگروں کے ساتھ، متکبرین فرعون کے ساتھ، نماز نہ پڑھنے والے فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ۔ تو یہ ساری چیزیں ہمیں قرآن اور سنت سے پتہ چلتی ہیں کہ کس طرح لوگ اپنے ہی جیسے like minded لوگوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

❖ آیت24

یہ کہاں پوچھا جائے گا؟ پل صراط کے پاس۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان سے ان کے تمام اقوال و افعال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ان کا حساب لیا جائے گا۔

❖ **آیت28** یعنی بہت اچھے بن کے آتے تھے۔

❖ **آیت29** یعنی ہمارا کوئی زور نہیں تھا تم پر، تم خود ہی ایمان نہیں لاتے تھے۔

❖ **آیت35** یعنی اللہ کے سامنے جھکتے نہیں تھے۔

❖ **آیت42** یعنی عزت دی جائے گی ان کو اور یہ عزت کس کے لیے ہے؟

جنہوں نے دنیا میں اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے اپنی عزتوں کی پرواہ نہیں کی کہ انہیں کون کیا کہتا ہے؟

کوئی ان کو عزت دیگا یا ان کا مذاق اڑائے گا بلکہ وہ ہر حال میں اللہ کی عبادت کرتے رہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالی انھیں وہاں عزت بخشے گا۔

توجنت میں طرح طرح کے کھانے ہوں گے رزق،یعنی یہاں رزق کی بات ہے،رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ہو گا۔

✷ عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ کو جنت کے ببول نامی درخت کا تذکرہ کرتے سنا ہے، میرا خیال ہے کہ وہ ہمارے ہاں تو سب سے زیادہ کانٹوں والا درخت ہے (اس میں بہت کانٹے ہوتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں اس درخت کے ہر کانٹے کے بدلے خصی بکرے کے خصیے کی طرح اللہ تعالی ایک چیز پیدا کرے گا (یعنی ہر کانٹے کی جگہ کوئی چیز پیدا کرے گا) اس کے اندر ستر رنگ کے کھانے ہوں گے (70 کلرز) اور ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہو گا۔

آپ دیکھیے کہ انسان کھاتے وقت رنگ کو کتنا پسند کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے بعض اوقات صحت خراب کر لیتا ہے لیکن artificial colors دے کے کھانے کا texture بہتر کرتا ہے تو وہاں بھی جنت کے کھانے بھی رنگا رنگ کے ہوں گے جن کو دیکھ کر انسان کی بھوک بھی بڑھے گی اور کھانے کے بعد کوئی تکلیف بھی نہیں ہو گی۔

اسی طرح جنت میں بڑے بڑے پھل ہوں گے، جھکے ہوئے ہوں گے،

وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا

یعنی جنتی لوگ جنت کے پھلوں میووں میں سے اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت جب چاہیں گے کھاتے رہیں گے، انجوائے کرتے رہیں گے۔

✧ اسی طرح ان کی جو تخلیق ہو گی جو شکل ہو گی اس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

جنت کی کھجوروں کے تنے سبز زمرد کے ہیں، کھجور کی ٹہنیوں کا ابتدائی حصہ سرخ سونے کا ہے اور اس کی ٹہنیوں کا چھلکا جنتیوں کا لباس ہو گا اور ان میں کچھ کپڑے چھوٹے اور کچھ بڑے ہوں گے (حلے ہوں گے) اس کے پھل مٹکوں اور ڈولوں کے برابر ہوں گے، وہ دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھے مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے اور ان میں گٹھلیاں نہیں ہوں گی (seed less ہوں گے)۔

❖ **آیت 44** یعنی ایک دوسرے کو فیس کر رہے ہوں گے couches پر ہوں گے۔

❖ **آیت 45** یعنی پھلوں کے بعد پھر drink ہوں گے۔

❖ **آیت 47** یہ ہے جنت کی شراب جو تکلیف نہیں دے گی۔

❖ **آیت 48-50** یعنی غض بصر کرنے والی

یعنی جب انڈے کے اوپر والا چھلکا اتارا جاتا ہے اور وہ ٹوٹا نہیں تو درمیان میں ایک جھلی آتی ہے جو انتہائی نرم سی ہوتی ہے تو ان کی skin کی softness کا یہاں ذکر کیا گیا کہ وہ کیسی ہو گی۔

❖ **آیت 54**

یعنی دو دوست تھے، دو کولیگز تھے، دو coworkers تھے، قرین کا لفظ آیا ہے جو دنیا میں اکٹھے کام کرتے تھے لیکن دونوں کے عقیدے فرق تھے تو جب جنت والا جنت میں پہنچ جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہارا وہ دوست جو آخرت کو نہیں مانتا تھا اس کا انجام کیا ہوا۔

❖ آیت 56

یعنی تم تو اپنے اس عقیدے پر مجھے بھی لانے والے تھے۔

❖ آیت 57

یعنی جہنم میں حاضر کئے ہوئے، تو اس آیت میں برے ساتھیوں اور برے ہم نشینوں سے بچ کے رہنے کی نصیحت کی گئی ہے اور خاص طور پر اس چیز سے بچنے کی جس چیز کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں، ہلاکت کے کام جن کو وہ مزین کر کے پیش کرتے ہیں۔

یاد رکھیے

بری دوستی کے برے ہی اثرات ہوتے ہیں۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نیک صالح ساتھی کی مثال کستوری والے کی مانند ہے اگرچہ تجھے اس سے کستوری نہ بھی ملے تو تجھے اس کی خوشبو تو ضرور پہنچے گی اور برے ساتھی کی مثال بھٹی والے کی طرح ہے اگر تجھے اس کی کالک نہ بھی لگی تو تجھے اس کا دھواں ضرور آئے گا۔

تو اس لیے انسان کو ہمیشہ اچھے لوگوں میں بیٹھنا چاہیے ورنہ اگر انسان کی کمپنی اچھی نہیں تو وہ جیسی ہے وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گی۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

مومن آدمی کے علاوہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرو اور تمہارا کھانا سوائے متقی کے کوئی نہ کھائے۔

(کیونکہ قیامت کے دن متقین کے علاوہ سب ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے) اور اچھے دوستوں کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

علقمہ کہتے ہیں کہ جب میں شام آیا تو میں نے دو رکعت پڑھ کر یہ دعا کی: اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا

اے اللہ مجھے کوئی نیک ساتھی عطا کر (نیک دوست عطا کر)۔

پھر میں ایک قوم کے پاس آیا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا تھوڑی ہی دیر بعد ایک بزرگ آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں (صحابی ہیں) اس پر میں نے عرض کی میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی نیک ساتھی عطا فرما، تو اللہ نے آپ کو مجھے عطا کر دیا (حالانکہ وہ اس مجلس کے اندر ہی بیٹھے ہوئے تھے)۔

اگر مجلس میں بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسا شخص بیٹھا ہوتا ہے کہ جس کی پوری توجہ خیر کی بات سننے کی طرف ہوتی ہے تو آپ کا وقت بھی بہت اچھا گزرتا ہے لیکن اگر وہ اِدھر اُدھر کی چیزوں میں مشغول رہے کبھی اَدھر دیکھے کبھی اُدھر دیکھے تو اس سے آپ بھی distract ہوتے ہیں۔

❖ آیت 61

یعنی جو لوگ چاہتے ہیں کہ وہ بھی اس طرح کی جنت میں پہنچیں تو انھیں کچھ کرنا چاہیے کیونکہ جنت صرف باتوں سے نہیں ملتی اس کے لیے عملی اقدام کرنے پڑتے ہیں۔

❖ آیت 62

زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو زمین والوں کی زندگی تلخ کر دے اتنا کڑوا۔

یاد رکھیے

سوچنے کی بات ہے کہ جس کا ایک قطرہ اتنا کڑوا ہے "قطرہ" تو خود زقوم کیسا ہو گا؟ اور جہنمی اس کو بھوک کے مارے کھائیں گے۔

دنیا میں ذرا سا ذائقہ بدل جائے چیز کا تو ہم رکھ دیتے ہیں یا اپنی پسند کا نہ ہو اچھے سے اچھا کھانا بنا ہوا ہو اگر اپنی مرضی کا نہ ہو تو ہم کیا کرتے ہیں؟

ہم کھاتے نہیں تو وہاں پسند کی تو دور کی بات ہے جو ہو گا وہ اتنا زہریلا ہو گا، اتنا تکلیف دہ ہو گا کہ اس کے علاوہ کوئی اور آپشن بھی نہیں ہو گا، دنیا میں تو اور آپشنز ہوتے ہیں۔

❖ آیت 65

یعنی دیکھنے میں بھی بھیانک۔ نہ اس کا رنگ، نہ اس کا ذائقہ، نہ اس کی شکل۔

کیونکہ آپ دیکھیں دنیا میں اللہ تعالی نے جتنی بھی چیزیں پیدا کیں ہیں ان کو ایک مخصوص شکل دی ہے ایک مخصوص رنگ دیا ہے texture دیا ہے، ذائقہ دیا ہے، خوشبو دی ہے، کتنا کچھ اس کے ساتھ ہے۔ لیکن جہنم میں جو کھانے کو ملے گا وہ انتہائی بھیانک ہو گا۔

❖ آیت 67

اصل میں انسان جب کڑوی چیز کھا لیتا ہے تو اسے پیاس لگتی ہے جیسے کریلے کھالے تو پیاس لگتی ہے، اسی طرح یہ زقوم کھانے کے بعد ان کو شدید پیاس لگے گی اور جب وہ پانی پینے کو مانگیں گے تو پینے کو ان کا کھولتی پیپ، اور کھولتا پانی ملے گا۔

❖ آیت 76

توجب آپ دعا کیا کریں تو کہا کریں کہ

یا اللہ جس طرح تو نے نوح علیہ السلام اور ان کے گھرانے کو شدید کرب سے نجات دی تھی تو مجھے بھی کرب سے نجات دے یعنی کوئی بھی چیز جو آپ کو تکلیف دے رہی ہو bother کر رہی ہو تو قرآن میں جو چیزیں آئیں یا اللہ کے جو نام ہیں ان کا واسطہ دے کر انسان کو دعا کرنی چاہیے۔

❖ آیت 84

قلب سلیم، جو شرک اور شک سے پاک ہوتا ہے کیونکہ یقین بہت بڑی دولت ہے۔ انسان کا جتنا زیادہ کسی چیز پر یقین ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ پھر اس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔

مثلاً ہمیں جب یقین ہوتا ہے کہ یہ کھانا مجھے طاقت دیگا، میری بھوک مٹائے گا تو ہم اس کو شوق سے کھالیتے۔ یہ دوا میرا سر درد دور کر دیگی کیونکہ آپ کا کوئی تجربہ

ہوتا ہے جس کی بناء پر آپ کو یقین ہوتا ہے کہ نہیں میں نے جب بھی کھائی تھی تو مجھے آرام آ گیا تھا اب بھی کھاؤں گی تو اس سے ان شاءاللہ آرام آ جائے گا تو آپ اس کو اگر گھر پر نہ بھی ہو تو خریدنے چلے جاتے ہیں منگواتے ہیں اپنے ملک میں نہ ملے تو دوسرے ملک سے منگواتے ہیں تو اس کے پیچھے کیا ہے ؟یقین

اسی طرح جس کو مرنے کا یقین ہو، وہ پھر اس کی تیاری کرتا ہے۔ جیسے سفر کا یقین ہو اگر آپ کا ٹکٹ آ چکا ہے ویزا آ چکا ہے تو آپ سفر کرنے کے لیے پوری تیاری شروع کر دیں گے اور جب تک آپ کا ویزا نہیں آتا تو کیا ہوتا ہے ؟ آپ تیاری نہیں کرتے کیونکہ آپ شک کی حالت میں ہوتے ہیں پتہ نہیں جانا ہے یا نہیں جانا جب جانا ہو گا تو دیکھیں گے۔

تو شک عمل کی قوت چھین لیتا ہے، لیکن یقین سے عمل کی قوت بڑھتی ہے۔

اسی طرح جس کسی کو آخرت پر یقین ہو کہ وہ آنی ہے اور حساب کتاب ہونا ہے تو پھر وہ شخص اس کے لیے اسی طرح تیاری بھی کرتا ہے۔

تو قلب سلیم وہ ہوتا ہے کہ جس میں اللہ کے بارے میں شک نہیں، آخرت کے بارے میں شک نہیں، جزا سزا کے بارے میں شک نہیں۔

✧ عوف اعرابی کہتے ہیں میں نے محمد بن سرین سے پوچھا: یہ قلب سلیم کیا چیز ہے ؟اس سے کیا مراد ہے ؟انھوں نے کہا جو اللہ کی مخلوق کے معاملے میں اللہ عزوجل کے لیے خیر خواہی کرنے والا ہو۔

یعنی بندوں کا خیر خواہ ہو، قلب سلیم والا کون ہوتا ہے ؟

جو بندوں سے اچھا کرتا ہے۔ بندوں سے اچھا صرف وہ کر سکتا ہے جو اللہ پر یقین رکھتا ہو کہ وہ مجھے اس کی جزا دے گا ورنہ کوئی ایک بندہ ایسا بتا دیں کہ جس کی کوئی بات آپ کو کبھی بری نہ لگی ہو یا جس سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، حتٰی کہ جن سے ہم شدید محبت کرتے ہیں ان کی بھی بہت سی باتوں سے agree نہیں کرتے اور ان سے بھی اختلاف ہوتا ہے اور ان سے بھی کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے، ہمارے والدین ہو سکتے ہیں، استاد ہو سکتے ہیں، ہمارے بہن بھائی ہو سکتے ہیں، دوست ہو سکتے ہیں کوئی بھی۔

تو آپ دیکھیۓ اگر ہم بدلہ لینے پر ہی آ جائیں تو کیا کسی کی خیر خواہی کر سکتے ہیں ؟

اگر کسی نے ہمیں دھوکا دیا ہو تو ہم اس کے ساتھ اچھا نہیں کر سکتے اگر ہم اللہ کے لیے نہ کریں کیونکہ اگر اس کے لیے کریں گے تو اس سے بھلائی تو نہیں کر سکیں گے۔

تو قلب سلیم والا ہی دراصل اچھے اچھے کام کرنے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے دل سے اس طرح کے منفی اثرات کو صاف کرتا رہتا ہے اپنے دل کو سلامت رکھتا ہے۔

✧ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

تو خیر خواہی جو ہے وہ ہر مسلمان کا حق ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں**، آپ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

1)جب تم اس سے ملو تو اسے سلام کرو

2)جب وہ تمہیں دعوت دے تو قبول کر لو

3)جب وہ تم سے خیر خواہی طلب کرے تو اس سے خیر خواہی کرو (کوئی اچھا مشورہ مانگے) ایک اور روایت میں ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا خیر خواہ رہے

4)جب وہ چھینکے اور الحمدللہ کہے تو تم یرحمک اللہ کہو۔

5)جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔

6)جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔

تو یاد رکھیے

خیر خواہی ہم سب پر لازم ہے ورنہ خیر خواہی کے بغیر انسان قلب سلیم نہیں رکھ سکتا اور جس کا دل سلامت نہیں ہوتا ہر طرح کے شر، وسوسوں اور فساد سے۔ تو پھر کیا ہوتا ہے؟

انسان ہر وقت منفی باتیں کرتا ہے، لوگوں سے صرف شکوے شکایت کرتا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اگر صرف تیس منٹ کے لیے بھی دن میں انسان بری سوچیں سوچتا ہے شکوے شکایت اور غم اور دکھ کی باتیں تو اس سے اس کی دماغ کی شریانوں کو نقصان پہنچتا ہے، MRI کے جب مختلف نتائج کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ منفی سوچیں اسٹریس، ناخوش رہنا دماغ کے ایک خاص حصے کو سکیڑ دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان نئی چیزیں نہیں سیکھ سکتا، جس کی وجہ سے انسان کے جذبات کے اندر پوری طرح ٹھہراؤ نہیں ہوتا یعنی وہ جذباتی طور پر unstable ہو جاتا ہے.

اس لیے بہت ضروری ہے کہ نیک اعمال کرنے کے لئے ہمارا قلب سلیم ہو، دل سلیم ہو۔

تو ابراھیم علیہ السلام کی خوبی کیا تھی۔ إِذْ جَآءَ رَبَّهُۥ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ وہ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے کر آئے۔

- **آیت 89** یعنی میں تمہارے ساتھ میلے پر نہیں جا سکتا۔

- **آیت 98**

فَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَٰهُمُ ٱلْأَسْفَلِينَ

یہ ہے اللہ کی طاقت، اللہ کے بندوں کے ساتھ جب کوئی برا چاہے، بری چالیں چلیں تو اللہ تعالی انھیں ہی نیچا دکھا دیتے ہیں لیکن پھر وہ کون ہوتے ہیں؟ جن کے لیے اللہ تعالی اتنا بڑا انتقام لیتے ہیں وہ اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں جن کے اندر شرک نہیں ہوتا شک نہیں ہوتا۔

- **آیت 99**

یعنی رب کی عبادت کے لیے ہجرت کی انھوں نے یعنی اپنی قوم قبیلے اور اپنے تمام لوگوں کو چھوڑ کر، اللہ کی عبادت کے لیے اپنا وطن چھوڑ دیا۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سب سے افضل لوگوں میں سے بہتر وہ آدمی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے، پھر اس مومن کا درجہ ہے جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے دور رکھتا ہے۔

تو گھاٹی ہو یا آپ کا گھر ہو اپنی عبادت پر انسان فوکس کرے اور دوسرے لوگوں کو ستائے نہیں۔

کیونکہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے گھرانوں میں بزرگ خواتین ہی نماز روزہ عبادت ہر چیز کر رہی ہوتی ہیں لیکن اسکے ساتھ ساتھ بہوؤں کو بچوں کو، گھر والوں کو تنگ کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ تو ایسا کرنا انسان کو صالحین میں شامل ہونے نہیں دیتا۔

تو افضل انسان کون ہے؟ بہترین انسان کون ہے؟

جو اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے دور رکھتا ہے۔

❖ آیت 100-101

رَبِّ هَبۡ لِي مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ فَبَشَّرۡنَٰهُ بِغُلَٰمٍ حَلِيمٍ

اب چونکہ انھوں نے اپنا پچھلا سارا کنبہ قبیلہ چھوڑ دیا تھا، رب کی خاطر ہجرت کر کے نکل آئے تھے۔

تو رب سے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ایک صالح بیٹا عطا کر۔۔۔۔ بہترین طریقے سے compensation ہوئی۔ اشارہ ہے اسماعیل علیہ السلام کی طرف۔

❖ آیت 102

تو یہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے مشورہ کیا۔ اس لیے نہیں کہ اس کی رائے کی طرف رجوع کریں بلکہ دیکھنا یہ چاہتے تھے کہ اس کا کیا نکتہ نظر ہے، اور اس لیے بھی کہ وہ mentally تیار ہو جائے۔ اپنے دل کو وہ بھی مضبوط کر لے اور والد بھی مضبوط کر لیں۔ اور اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کر لیں۔ تو اسماعیل علیہ السلام نے انکو بہت خوبصورت جواب دیا۔ اور اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ یعنی اسماعیل علیہ السلام نے جب اپنے والد کو آگاہ کیا کہ وہ اپنے نفس کو صبر کے لیے تیار کریں گے اور پھر یہ ہے کہ اللہ نے چاہا اللہ کی مشیت کے ساتھ اسکو ملا دیا۔ اور پھر اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹایا گیا تو اس وقت انھوں نے سفید رنگ کی قمیص پہن رکھی تھی۔ وہ کہنے لگے: ابا جان اس کے علاوہ تو میرے پاس کوئی کپڑے نہیں ہیں کہ آپ جس میں مجھے کفن دیں گے اس لیے آپ انہی کپڑوں کو میرے جسم سے اتار لیں۔ تا کہ بعد میں آپ مجھے اسی میں کفن دے سکیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے کپڑے اتارنے کے لیے جوں ہی ہاتھ آگے بڑھایا تو پیچھے سے کسی نے آواز لگائی، اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک سفید رنگ کا، سینگوں والا اور بڑی بڑی آنکھوں والا دنبہ کھڑا تھا۔

❖ آیت 112

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، وَٱجۡعَل لِّي لِسَانَ صِدۡقٍ فِي ٱلۡأٓخِرِينَ۔ کہ بعد میں آنے والوں میں میری سچی ناموری رکھ۔

تو اللہ تعالی نے انکے لیے بعد کے لوگوں کے اندر ایک خاص محبت پیدا کر دی، انکی تعریف پیدا کر دی۔ لیکن اس کے برعکس جن لوگوں کے ساتھ انبیاء کا مقابلہ رہا جیسے فرعون ہے، ہامان ہے، قارون ہے یا پھر نمرود ہے جسکے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ ہوا تھا۔ تو انکے لیے کیا ہے؟ بری زبان ہے یعنی سب انکو برا بھلا کہتے ہیں۔

یاد رکھیے

کسی کی اچھی شہرت جو ہے یہ بھی اللہ تعالی کا ایک انعام ہوتا ہے۔ اور یہ انسان زبردستی اپنی نہیں منوا سکتا۔ یا نہیں بنا سکتا۔ یہ اللہ ہی کرتا ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے لوگوں میں نیک شہرت بنا دیتا ہے۔ تو کسی نے کہا نیک شہرت کیسے عطا کرتا ہے۔ آپ۔ ﷺ نے فرمایا وہ اس طرح کہ اس کے لیے اس کی موت سے پہلے نیک عمل کرنا آسان کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے آس پاس والے اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔

یعنی سارے لوگ اس سے خوش ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کا بہت بڑا انعام اور فضل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مرنے سے پہلے، یہ نہیں ایک یا دو دن پہلے، ایک دو دن سے بات نہیں بنتی، وہ بھی ہوتی ہے جب انسان آخر وقت میں کوئی اچھا کام کرتے ہوئے جائے، مثلاً کوئی جمعہ کے دن فوت ہو جاتا ہے۔ یا رمضان میں فوت ہو جاتا ہے۔ یا شبِ قدر میں فوت ہو جاتا ہے۔ تو لوگ بہر حال اس کی تعریف کرتے ہیں کہ پتہ نہیں اس کی کون سی نیکی تھی جو اس کے کام آگئی۔ کہ اللہ نے اس کو اتنی اچھی موت دی، کوئی شہادت کی موت ہو کسی کی۔ اور اسی طرح۔

پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ ہر انسان کی آسمان و زمین میں ایک مخصوص شہرت ہوتی ہے، ہر انسان اپنے اعمال کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔ اور اس کو آپ بڑی اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ جتنے بھی بندے آپ کو یاد ہیں جتنے بھی لوگ آپ کے رشتے دار، بچے سب، اب ہر ایک کے بارے میں آپ imagine کریں تو ان کا نام آتے ہی ان کی بات ہوتے ہی آپ کے سامنے کوئی چیز آجائے گی۔ یا اچھی آئے گی یا اچھی نہیں آئے گی۔ تو وہ کیا image آتا ہے آپ کے دل میں کسی کے بارے میں، کیا اس کی کوئی نیکی آتی ہے یا اس کی کوئی برائی آتی ہے۔ یا اس کی کوئی بدمزاجی آتی ہے یا اس نے جو آپ کو کوئی دکھ دیا ہو، یا کوئی آپ سے لڑائی جھگڑا کیا ہو۔ یا آپ کے ساتھ یا آپ کے سامنے کوئی بری حرکتیں کی ہوں۔ تو عموماً کیا ہوتا ہے کہ جب بھی کسی کا نام پکارا جاتا ہے تو فوراً آپ کے ذہن میں، خوشی آجاتی ہے یا غم یعنی اگر آپ اس کو جانتے ہوں۔ تو ہم سب کو بھی سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے کیا آثار چھوڑ رہے ہیں؟ کیا اثرات چھوڑ رہے ہیں؟ اور ہمارا نام سنتے ہی کیا چیز dominant ہوتی ہے؟ لوگوں کے ذہن میں کیا image آتا ہے؟

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر آدمی کی آسمان میں مخصوص شہرت ہوتی ہے، اگر وہ شہرت آسمان میں اچھی ہو، تو زمین میں بھی اچھی شہرت رکھ دی جاتی ہے، اور اگر آسمان والی شہرت ہی بری ہو، تو زمین میں بھی بری شہرت رکھ دی جاتی ہے۔ استغفر اللہ

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قریب ہے کہ تم جنت والوں کو دوزخ والوں میں سے پہچان لوگے، (یعنی دنیا میں بھی تمہیں کچھ پہچان ہو جائے گی۔) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح، آپ نے فرمایا اچھی تعریف کرنے سے اور بری تعریف کرنے سے۔ تم میں سے بعض بعض پر اللہ کے گواہ ہیں۔

✷ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا اتنی دیر میں ایک جنازہ وہاں سے گزرا، آپ نے فرمایا یہ کس کا جنازہ ہے؟ صحابہ نے کہا یہ فلاں آدمی کا جنازہ ہے۔ جو اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا تھا۔ اللہ کی اطاعت کرتا تھا۔ اور اس معاملے میں کوشش کرتا تھا۔ (یعنی کوشش کر کے اطاعت کرتا تھا۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ اتنے میں ایک اور جنازہ گزرا، اسکے بارے میں صحابہ نے کہا یہ فلاں آدمی کا جنازہ ہے، جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے بغض رکھتا تھا، اللہ کی نافرمانی کرتا تھا اور اس معاملے میں بھاگ دوڑ کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔

صحابہ نے کہااے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ایک جنازے کی تعریف کی ہے اور دوسرے کی مذمت کی ہے آپ نے دونوں کے بارے میں فرمایا کہ واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ابو بکر، بے شک اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو انسان کے اندر موجود خیر اور شر کو بنی آدم کی زبانوں میں جاری کرتے ہیں۔

اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، وہ فرشتے انسانوں کے منہ پر، انسانوں کے دلوں میں وہ بات ڈالتے ہیں، جو کسی کے بارے میں یا اچھی ہوتی ہیں یا بری ہوتی ہیں۔ یعنی خیر یا شر القاء کرتے ہیں۔ اس کے دل میں وہ بات ڈالتے ہیں، اور پھر اس کے مطابق وہ رائے دیتا ہے۔

آپ دیکھیے کہ اکثر لوگ پوچھتے ہیں، آپ سے recommendation لیتے ہیں۔ فلاں کو آپ recommend کرتے ہیں جاب کے لیے، یا رشتے کے لیے۔ فلاں چیز کے لیے تو اس وقت لوگ عام طور پر پھر وہ کبھی تو چھپا جاتے ہیں لیکن کبھی بڑی سچی بات بھی کر جاتے ہیں۔ تو دنیا میں بھی لوگوں کی recommendations ہوتی ہیں۔ ان میں تو جھوٹ بھی چل جاتا ہے دھوکہ بھی چل جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے فرشتے نہ دھوکہ دیتے ہیں، نہ جھوٹ بولتے ہیں۔

اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کوئی دکھاوے کہ ایسے کام شروع کر دیں کہ لوگ دیکھ دیکھ کہ واہ واہ کریں، اور ہماری تعریفیں شروع کر دیں نہیں، اگر آپ انتہائی چھپا کر نیکی کا کام کریں گے، تو اس نیکی کے بھی اثرات ظاہر ہو جائیں گے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بیج زمین میں ڈالا جائے اور پھر وہ پھوٹ کر باہر نہ نکلے۔ جب آپ دل کے اچھے ہوتے ہیں جب آپ نیت کے اچھے ہوتے ہیں جب آپ کے اندر اخلاص ہوتا ہے، تو پھر اس وقت آپ کے چھوٹے چھوٹے کام بھی بڑے خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی effort بھی بڑی بن جاتی ہے۔ اور ایک نیک شہرت بن جاتی ہے۔

❖ آیت 113

اللہ اکبر۔ انبیاء کی اولادوں میں سے بھی کچھ نیک ہوئے اور کچھ بد ہوئے لیکن جو نیک ہوئے وہ اپنے آباء واجداد کے ساتھ ہونگے اور جو برے ہوئے تو ان کو انبیاء کچھ کام نہ آسکیں گے۔

انسان کی فضیلت کا تعلق اس کے نیک اعمال پر منحصر ہے۔ فاجر اور متقی ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ ہر ایک کے اپنے اپنے کام ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے خصائل ہوتے ہیں اور اسی بناء پر انجام بھی ہوتا ہے۔

❖ **آیت 138** یعنی قوموں کے اوپر آنے والی تباہیاں تمہارے لیے نشانِ عبرت نہیں بنتیں۔

❖ **آیت 140** اپنی قوم کو چھوڑ کر اللہ کا حکم آنے سے پہلے۔

❖ آیت 144

سبحان اللہ اس سے کیا پتہ چلتا ہے، کہ تسبیح کرنا نجات کا باعث بنتا ہے۔ مشکلات سے نکلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یعنی آپ کے دل پر بوجھ ہو، گھبراہٹ ہو، anxiety ہو بے چینی ہو، مشکلات ہوں، یا کوئی چیز bother کر رہی ہو، یا کوئی کام ہو نہ پا رہا ہو۔ تو اللہ کی تسبیح بیان کریں، تسبیح میں مشغول ہو جائیں۔ اللہ تعالی وہ کام آسان کر دیں گے، ان شاء اللہ۔۔

کہا جاتا ہے کہ نیک عمل اپنے ساتھی کو اٹھا دیتا ہے جب وہ پھسل کے گر جائے، یعنی جب کوئی مشکل آتی ہے تو وہ نیک عمل اس کو اٹھاتا ہے۔

✧ حسن بصری کہتے ہیں: وہ مچھلی کے پیٹ میں نمازیں نہیں پڑھتے تھے، لیکن چونکہ انھوں نے پہلے سے ہی خوشحالی میں نیک عمل کر رکھے تھے، تو اللہ نے بھی آزمائش کے وقت نیک اعمال کی وجہ سے ان کو یاد رکھا۔

تو نیک اعمال بھی مصیبت دور کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

یہ قصہ سب کو پتہ ہے یونس علیہ السلام کا کہ کس طرح وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر، ان سے تنگ آکر وہ نکل گئے بستی میں سے اور پھر سمندر کے ساحل پر چلے گئے وہاں ایک کشتی تھی اس پر سوار ہوگئے کہ میں اب اس قوم کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا، جو اللہ کی نافرمان ہے ان کو میں بہت سمجھا چکا ہوں۔ لیکن چونکہ ابھی اللہ تعالی نے ان کو اجازت نہیں دی تھی نکلنے کی یا ابھی حکم نہیں دیا تھا نکلنے کا، تو پہلے سے نکل کر چھوڑ کر چلے گئے۔

اب ہوا یہ کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی عین درمیان میں آکر ڈولنے لگی۔ تو اس پر کشتی والوں نے کہا کہ کشتی اس طرح نہیں ڈوبتی سوائے اس کے کہ کوئی شخص اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہو۔ بہر حال انھوں نے قرعہ اندازی کی وہ یونس علیہ السلام کے نام نکلی اور انھیں مجبوراً سمندر میں جانا ہی پڑا۔ یعنی پھینک دیا گیا اور وہاں سے ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ مچھلی سمندر کی تہوں میں چلی گئی۔ تو اس وقت انھوں نے اندھیروں میں پکارا اور اپنے رب کی تعریف بیان کی اور تسبیح کی ،وہ کونسی تسبیح تھی۔

لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ تو اللہ تعالی نے انکو وہاں سے نجات دی۔ پھر بہت ہی مرجھائے ہوئے اور سکڑے ہوئے جسم کے ساتھ سمندر کے کنارے پر ڈالے گئے۔ وہاں ایک بیل ان پر اُگا دی گئی۔ اور اس طرح وہ اللہ کی تسبیح کر کے ایک بڑی مشکل سے باہر نکل آئے۔

- **آیت 145** اور مچھلی کے پیٹ میں پتہ نہیں کتنے acids ہونگے کہ انھوں نے انکی کھال کو جلا دیا ہو گا۔
- **آیت 146** کہتے ہیں کہ کدو کا درخت تھا۔
- **آیت 158** ان کا خیال یہ تھا کہ اللہ نے نعوذ باللہ فرشتوں سے رشتہِ ازواج قائم کیا جس کے نتیجے میں جنات پیدا ہوئے۔
- **آیت 166** یعنی یہ فرشتوں کہ کچھ محدود سے کام بتائے گئے ہیں۔

✷ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ نے اپنے فرشتوں اور اپنے بندوں کے لیے چنا ہے۔ سبحان اللہِ وبحمدہ اور یہ تسبیح فرشتوں کی خوراک بھی ہے۔

❖ آیت 180-182

سُبۡحَٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ

تو یہ تسبیح مجلس کے اختتام پر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور اس کے علاوہ سبحانک اللّٰھم و بحمدک بھی۔

اور اللہ کی حمد میں کوئی اس کا شریک نہیں اسی لیے حمد کا لفظ صرف اللہ کے لیے آتا ہے۔

سورۃ ص

- ❖ **آیت 11** ٱلۡأَحۡزَابِ اہلِ مکہ کی طرف اشارہ ہے، یہ مکی سورۃ ہے۔
- ❖ **آیت 13** یعنی ان کے اندر دنیاوی اعتبار سے بڑی طاقت تھی۔
- ❖ **آیت 16** استغفر اللہ یعنی انسان رب سے خیر مانگے جب بھی مانگے، لیکن یہ ضد میں اتنے اڑے ہوئے تھے کہ دنیا میں ہی عذاب مانگنے لگے۔

❖ آیت 17

نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔

یعنی اللہ کی دی ہوئی قوت نے انھیں (داؤد علیہ السلام کو) سرکش نہیں بنایا تھا۔ بلکہ شکر گزار بنا دیا۔ ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرتے، اپنے اوپر بھروسہ نہیں تھا۔

داؤد علیہ السلام کی آواز بڑی خوبصورت تھی اس لیے ان کی قرآت بہت خوبصورت تھی اور زبور کی قرآت کو ان کے لیے بہت آسان کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے ہی پوری زبور پڑھ لیتے اور وہ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے، یہ ان کی خاص خصوصیات ہیں۔

❖ آیت 19

سبحان اللہ راتوں کو بھی عبادت کرتے اور دن کو بھی اللہ کی تسبیح کرتے۔ کیونکہ رات کو تو پرندے نہیں آتے تو دن کو مخصوص اوقات میں جب کرتے ہونگے تو کس طرح ہر چیز سمٹ جاتی تھی۔ ان کی طرف متوجہ ہو جاتی ہو گی۔

❖ آیت 20

وَفَصۡلَ ٱلۡخِطَابِ

یہ بھی بڑی خوبیوں میں سے خوبی ہے۔ کہ انسان کے اندر فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو decision power ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حکمت بھی ہو۔ تو اب آپ دیکھیے کہ داؤد علیہ السلام ہوں یا سلیمان علیہ السلام ان کے اندر دین و دنیا کا بہترین امتزاج ملتا ہے ایک بہترین balance ملتا ہے۔ دنیاوی اعتبار سے بھی بہت زیادہ advance تھے اور دین میں بھی وہ بہت آگے تھے۔

❖ آیت 22

یہاں پر آپ دیکھیے کہ ایک طرف ان کو اتنی نعمتیں ملی ہیں۔ اور دوسری طرف طرح طرح کے امتحانوں سے بھی گزرتے ہیں۔

اب یہ بھی ایک امتحان تھا کہ بادشاہ کے گھر میں کوئی اچانک آجائے اور وہ بھی دروازے سے نہیں، دوسرے رستے سے۔ تو یہ ایک انہونی سی چیز تھی اور وہی جو پہلے بات ہوئی، جو چیز اچانک آجاتی ہے وہ انسان کے لیے کتنی پریشان کن ہوتی ہے۔ تو بہر حال انکو دیکھ کے ایک نیچرل، فطری سی بات ہوتی ہے، انسان کے اندر ایک

خوف کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ آپ اگر اچانک اپنے گھر میں کسی کو دروازہ کھولتے ہوئے دیکھ لیں، تو آپ کی کیفیت کیا ہو گی۔ تو یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ داؤد علیہ السلام کے پاس آ پہنچے تو وہ انھیں دیکھ کہ گھبرا گئے۔ کہ پتہ نہیں کسی بری نیت سے آئے ہیں۔

❖ آیت24

یہ ہوتے ہیں نیک بندے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی زندگی میں کوئی ایسی چیز تھی کہ جس کی طرف انکی شاید توجہ نہیں تھی تو اللہ تعالی نے انکے سامنے ایک ایسا مقدمہ لا کھڑا کیا کہ جس کو دیکھ کہ انھیں اپنی بات یاد آ گئی۔ اور پھر انھوں نے توبہ کر لی۔

یاد رکھیے

ہدایت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو ہدایت کتابی ہوتی ہے، جو ہمیں کتابوں سے، قرآن سے سنت سے علم حاصل کر کہ پتہ چلتی ہے۔

اور دوسری ہدایت جو ہوتی ہے وہ بیانی ہوتی ہے، بیانی ہدایت یہ ہے کہ اللہ تعالی آپ کو مختلف واقعات۔ حادثات تجربات سے سکھاتے ہیں، کوئی چیز آپ سوچتے ہیں اور وہ ہو جاتی ہے، تو آپ سوچتے ہیں کہ اچھا یہ تو مجھے ایسا سوچنا ہی نہیں چاہیے، اور صرف اچھا سوچنا چاہیے، اچھی بات ہے لیکن بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان کچھ چیزیں نہیں بھی چاہتا تو وہ ہو جاتی ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جب غور و فکر کرنے لگتا ہے تو اس کے نکتے ملا لیتا ہے کہ یہ میری زندگی میں یہ بات اس لیے پیش آئی ہے، کبھی انسان ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اپنی اولاد میں نافرمانی دیکھتا ہے تو اس وقت جس کا دل صاف ہوتا ہے اس کو سمجھ آ جاتی ہے، کہ یہی رویہ میں نے فلاں فلاں وقت اپنے parents کے ساتھ کیا تھا۔ اس وقت پھر کرنا کیا چاہیے ؟

یہ خیال تو آپکے سامنے ہدایت بن کر آیا، پھر توبہ کرنی چاہیے۔ اور والدین کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

اسی طرح کسی انسان کے ساتھ آپ زیادتی کر چکے ہیں۔ آپ نے کسی کو کوئی مخصوص قسم کے لفظ سے پکارا اور کچھ ہی دن کے بعد کسی نے آپ کو وہی کچھ کہا، اب اگر آپ کا دل جاگتا ہے تو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ میں نے فلاں کے ساتھ ٹھیک نہیں کیا تھا، مجھے اس سے سوری کر لینا چاہیے، اس وقت ہم وقتی طور پر اپنے آپکو justify بھی کر لیتے ہیں، نہیں یہ تو میں نے اس لیے کیا ہے کیونکہ اس نے مجھے annoy کیا تو میں نے جواب میں اس کو چپ کرا یا، لیکن بعض اوقات چپ کرانے کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ زیادتی کے ساتھ نہیں چپ کرایا جاتا۔ تو بہر حال اس جگہ پر سلیمان علیہ السلام نے سجدہ بھی کیا تھا اور یہاں سجدہ کی آیت ہے۔

❖ **آیت26** لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ اور خواہشِ نفس کی بنا پر فیصلہ نہیں، favoritism نہیں۔

❖ **آیت27** یعنی یہ زندگی کھانے پینے عیش و عشرت کے لیے نہیں ملی بلکہ اپنی اگلی دنیا کے لیے کمائی کرنے کو ملی ہے۔

❖ آیت28

پرہیز گاروں اور فاجروں دونوں کا انجام برابر ہو جائے۔

ایک ہی جگہ کھڑا کر دیں گے۔ ایسا ہی ہو گا؟ کیا کہتے ہیں آپ؟ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔

اچھے کام کا بدلہ اچھا ہے اور برے کا برا۔ وَٱمۡتَٰزُواْ ٱلۡيَوۡمَ أَيُّهَا ٱلۡمُجۡرِمُونَ۔ جتنے مجرم ہونگے ان کو نیک لوگوں سے الگ کر کے ایک طرف کر دیا جائے گا۔ اور انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا یا جیسے وہ کام کرتا ہو گا۔ تو کیا ہم پرہیز گاروں اور بدکاروں کو یکساں کر دیں؟

❖ آیت 29

یاد رکھیے

قرآن میں اللہ نے برکت رکھ دی ہے اور یہ برکت تمام آیات کے اندر ہے۔ کیونکہ وہ سب یا تو بھلائی کرنے والی ہیں یا رہنمائی کرنے والی ہیں یا شر و فساد سے پھیرنے والی ہیں۔ اور دنیا اور آخرت میں خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہے اور اس سے بڑی اور کوئی برکت نہیں۔

✧ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

قرآن کو اس طرح تیز تیز نہ پڑھو جیسے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور نہ ایسے بکھیرو جیسے گھٹیا کھجوریں بکھیری جاتی ہیں، بلکہ اس کے عجائبات کے پاس رک جاؤ، اور اس کے ساتھ دلوں کو تحریک دو۔

آج کل چونکہ نارمل روٹین سے زیادہ ہم پڑھتے ہیں اس لیے تھوڑا تیز پڑھ لیتے ہیں لیکن پھر بھی کوشش کیا کریں کہ ہر صفحہ میں سے کوئی ایک بات قابلِ غور ہو جائے، ہر رکوع میں سے ہو جائے، ہر ربع میں سے ہو جائے، ہر نصف میں سے ہو جائے، جز میں سے ہو جائے، اگر کچھ بھی آپ اس میں سے لے کہ اٹھتے ہیں تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اس کی برکتیں آپ اپنی زندگی میں دیکھیں گے۔

❖ آیت 32

تو یہاں پر خیر کا لفظ جو ہے وہ گھوڑوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ گھوڑوں کو خیر کا نام اس لیے دیا گیا کہ اللہ تعالی نے قیامت تک ان کی پیشانیوں کے ساتھ خیر باندھ دی ہے۔ اور پھر وہ خیر ثواب اور مالِ غنیمت کی شکل میں بھی حاصل ہوتی ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت کے دن تک کے لیے خیر و برکت رکھ دی گئی ہے اور اس کے مالکان کی اس پر مدد کی گئی ہے۔ اس لیے ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان لیے برکت کی دعا کیا کرو، اور انکی گردنوں میں رسیاں باندھ دو مگر تانت کی سی نہ ہو، باریک نہ ہو جو انھیں چبھے۔

اسی طرح گھوڑے دعا بھی مانگتے ہیں۔

✷ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر عربی گھوڑے کو رات کے آخری حصے میں دو دفعہ دعا کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ دعا کرتا ہے۔ (یہ سنن نسائی کی روایت ہے) دعا کرتا ہے:

اللَّهُمَّ خَوَّلْتَنِي مَنْ خَوَّلْتَنِي مِنْ بَنِي آدَمَ، وَجَعَلْتَنِي لَهُ، فَاجْعَلْنِي أَحَبَّ أَهْلِهِ، وَمَالِهِ إِلَيْهِ أَوْ مِنْ أَحَبِّ مَالِهِ وَأَهْلِهِ إِلَيْهِ .

اے اللہ تو نے مجھے بنی آدم میں سے جس شخص کے بھی حوالے کر دیا اور مجھے اس کی ملکیت میں دے دیا۔ تو مجھے اسکے ہاں اسکے محبوب ترین مال و اہل و عیال میں سے بنا دے۔

یعنی میری محبت بھی اسکے دل میں ڈال دے۔ کیوں کہ ظاہر ہے جانور ہیں گھوڑے ہیں، انکی اپنی چوائس تو نہیں ہوتی، جا کر لوگ خرید لیتے ہیں، پھر جو خرید لیتا ہے وہ اپنے طور پر سدھاتا ہے اس کو اور اس سے کام لیتا ہے۔ تو بعض اوقات ایک کا سدھایا ہوا دوسرے کے کام نہیں آتا۔

❖ آیت34

انھوں نے بیٹے کی دعا کی تھی تو اللہ تعالی نے ان کو ایسا بیٹا عطا کیا جو پورا بھی نہیں تھا۔

❖ آیت35

تو انہوں نے بادشاہی کی درخواست پر بخشش کو مقدم کیا ہے، سب سے پہلے کون سی چیز کی دعا مانگی ہے بخشش کی، پھر بادشاہت مانگی ہے، کیونکہ دینی معاملات جو ہیں وہ دنیاوی معاملات سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔یعنی جو زیادہ توجہ کے لائق چیز ہے اسے پہلے کیا جائے۔

❖ آیت37 یعنیconstruction workers and divers۔

❖ آیت40

تو یہ تھے سلیمان علیہ السلام، کتنی نعمتیں اللہ نے انکو عطا کر رکھی تھیں۔اور پھر ان لوگوں کی دعائیں بھی ساتھ ساتھ دیکھتے چلے جائیں۔کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس کی کوئی دعا ہو اور وہ قرآنِ مجید میں ذکر نہ کی گئی ہو۔یعنی جوknown نبی ہیں۔جن کے واقعات آتے ہیں۔انکی دعائیں اور انکیhumbleness بھی بتائی جاتی ہے۔ورنہ اتنا کچھ پا کر کہ جس کے لیے انسان ہی نہیں جنات مسخر کیے گئے ہوں۔اور وہ ان سے بڑے بڑے بھاری کام لیتے ہوں۔تو آپ سوچیے کہ انکی نعمتوں میں پھر کتنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ملی۔

❖ آیت41

ایوب علیہ السلام صبر کی اعلی ترین مثال ہیں۔

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض بیماریاں شیطان کے اثرات کی وجہ سے بھی ہوتی ہیں۔یعنی ان کے پیچھے جنات کا عمل دخل بھی ہوتا ہے۔اور بظاہر وہ physical illnessesہوتی ہیں۔

❖ آیت42

اسی لیے آپ دیکھیں کہ جب ایسے اثرات ہوتے ہیں نظر کے اثرات یا جادو کے اثرات یا کچھ، پھر اسکے لیے رقیہ والا پانی دیا جاتا ہے کہ وہ جسم پر بہایا جائے۔

❖ آیت44

یہ کسی کو مارنے کی بات تھی تو انھوں نے کوئی غصے میں قسم کھائی تھی تو اللہ تعالی نے اس قسم سے نکلنے کا طریقہ بتا دیا۔

یعنی سلیمان علیہ السلام کی مثال کے بعد ایوب علیہ السلام کی مثال دو بالکلcontrast، سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالی نے ہر طرح کی نعمتیں دی ہوئی تھیں اور وہ اس میں اواب تھے اور منیب تھے اور شکر گزار تھے۔اور ایوب علیہ السلام سے ساری نعمتیں لے لی گئی تھی اور یہ اپنی اس حالت میں بھی شکر گزار تھے اور رجوع کرنے والے تھے۔

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہیں پیغمبر جن کی اقتدا کی جانی چاہیے کہ جو خوشحالی میں بھی اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور بدحالی میں بھی۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیمار رہے۔ قریبی اور دور کے لوگوں نے سب نے ان کو چھوڑ دیا۔ پھر اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی جس سے اللہ نے ان کی تمام بیماریاں دور کر دیں۔ اور وہ پہلے سے بھی بہتر ہو گئے۔

❖ **آیت 45** یعنی جسمانی قوت بھی تھی اور دماغی قوت بھی تھی۔ سمجھ بوجھ بھی بہت تھی۔

❖ **آیت 49** جو بھی ان انبیاء کے طریقے پر چلے گا وہ اچھے انجام کو پہنچے گا۔

❖ آیت 50

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان کی چوڑائی بھی بہت بڑی بڑی ہے

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یقیناً جنت کے دروازوں کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہِجر میں، یا مکہ اور بُصریٰ میں ہے۔ یعنی ایک دروازہ اتنا بڑا ہو گا

اور جنت کے دروازوں کے نام بھی ہیں۔ کوئی باب الصلاۃ ہے۔ کوئی باب الریان ہے۔ کوئی باب الجہاد ہے، کوئی باب الصدقہ ہے، کچھ خوش نصیب ایسے ہونگے کہ جنھیں ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جنت کے دروازوں پر اعمال کے اجر کی فہرست بھی ہو گی۔

ایک آدمی جنت میں داخل ہوا اور دیکھا کہ اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہے صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرضے کا ثواب 18 گنا، یعنی وہ اگر کسی کو قرضہ دیتا ہے۔ تو ہر روز اس کے اجر میں 18 گنا ثواب لکھا جاتا ہے، اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

❖ آیت 53

یہ جو نگاہ جھکانے والی بات ہے، یہ دوسری دفعہ آرہی ہے، عورت کا حسن اس کی حیاء میں ہے کہ بلاوجہ مردوں کو نہ دیکھے، بات بھی کرے تو اس طرح کہ بالکل چہرے پر آنکھیں گاڑ کے نہیں دیکھی جائیں۔

اور ایک اور معنی اس کا یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں ہی کی طرف دیکھنے والی ہوں گی کسی اور مرد کی چاہت نہیں رکھنے والی ہونگی۔ یہ جنت میں جانے والی خواتین کی خاص خوبی ہے۔

❖ آیت 59

ان جنتیوں کو کیسے مرحبا کیا جائے گا کہ ہر دروازے سے پکارا جائے گا اور یہاں جہنمیوں کو welcome نہیں کیا جائے گا۔

❖ آیت62

یعنی جن کو دنیا میں ہم کوئی درجہ نہیں دیتے تھے، انھیں بدبخت سمجھتے تھے کیونکہ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنی لذتیں قربان کرر کھی تھیں۔ تنگدستی کی زندگی پر راضی ہوگئے تھے۔

❖ آیت82

یعنی خواہشات کو مزین کرکے، دکھاکے، برے کاموں کو اچھا بناکے۔

❖ آیت85

اس لیے ہمیں شیطان کی پیروی کرنے سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

توان شاء اللہ کچھ عرصے کے بعد جب یہ کورس ختم ہو جائے گا تو ہم ایک اور کورس پیش کریں گے اور اس کے بعد رمضان کے بعد مکائد الشیطان کورس پیش کیا جائے گا جس میں شیطان کی چالوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا جائے گا کہ شیطان کیا کیا کرتا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں جو معلومات ہمیں شیطان سے متعلق ملتی ہیں کہ کس کس طرح وہ ہمیں بہکاتا ہے۔ انکے بارے میں آگاہی دی جائے گی ان شاء اللہ۔

❖ آیت86

یعنی پیغمبر جو ہیں وہ بناوٹ نہیں کرتے، تکلف نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی زندگی تکلفات سے پاک ہوتی ہے۔ ان کا کلام بھی۔ ان کا رہن سہن بھی، لباس بھی کھانا پینا بھی۔

✧ مسروق کہتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے کہا اے لوگوں، جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے۔ اگر علم نہ ہو، تو کہے اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی علم ہے کہ جو چیز نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہے اللہ زیادہ جانتا ہے، یہ بھی علم والا ہی کہتا ہے۔ تو اللہ تعالی نے اپنے نبی سے بھی کہہ دیا، آپ کہہ دیجیے کہ میں اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا، نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

سورۃ الزمر

❖ آیت2 خالص بندگی اسی کا حق ہے۔

❖ آیت3

تو یہاں بھی آپ دیکھیے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کرنے کا حکم ہے۔ یعنی ہر عمل کے لیے نیت خالص ہونی چاہیے۔ کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ صرف وہ عمل قبول کرتا ہے، جو خالص اس کے لیے ہو۔ اور اس کا چہرا چاہنے کے لیے کیا جائے۔

لیکن اگر کسی کی خواہش یا تمنا یہ ہو کہ لوگوں کے چہرے اپنی طرف متوجہ کر لیں تو پھر اس کام میں برکت نہیں ہوتی اس کا اجر نہیں ہوتا۔

تمام انبیاء کا وصف تھا اخلاص کے ساتھ کام کرنا اسی لیے انھوں نے کہا میرا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ انسان جب بندوں سے توقعات ہٹا کر صرف اللہ کی طرف اپنی توجہ کر لیتا ہے، تو پھر اللہ سبحانہ وتعالی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

❖ آیت 6

پیٹ کی اپنی layer پھر اسکے بعد جو sac ہوتا ہے اور اسی طرح جو liquid ہوتا ہے sac کے اندر، ان سب کے اندر بچے کو رکھا۔ وہ liquid اس لیے ہوتا ہے کہ جو ماں اٹھتی بیٹھتی چلتی دوڑتی ہے تو بچہ کو shock سے بچاتا ہے۔ وہ cushion کا کام کرتا ہے۔ تو یہ اللہ تعالی کی خاص حفاظت ہے جو اللہ نے تخلیق سے پہلے بندے کے لیے ماں کے پیٹ میں رکھی۔

یعنی پہلے انسان نطفہ ہوتا ہے، پھر علقہ ہوتا ہے، پھر مضغہ ہوتا ہے۔ پھر عظام ہوتا ہے۔ پھر ہر کچھ ہفتے کے بعد اسکی تخلیق بدلتی جاتی ہے، یہاں تک کے اسکے پورے ہاتھ پاؤں نمایاں ہو جاتے ہیں۔

❖ آیت 7

تو ناشکری پسند نہیں، شکر پسند ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے ہمیں نعمتیں دی اس لیے ہیں کہ ہم اسکو یاد رکھیں اور شکر ادا کریں۔

یاد رکھیے

کھانے والا شکر گزار جو ہوتا ہے یعنی کھانا کھا کر جو شکر ادا کر دیتا ہے۔ وہ صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے۔ یعنی اتنا اجر ہے شکر کا بھی۔ یعنی کھا کر شکر ادا کرنا بھی اجر کا باعث ہے۔ جیسے نہ کھا کر صبر کرنا۔ شیطان کا ہدف کیا ہے؟ کہ بندوں کو ناشکرا بنائے۔ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شٰكِرِينَ

❖ آیت 9

تو اب یہ اخلاص کیسے پیدا کیا جائے؟

یہ اخلاص پیدا ہوتا ہے رات کی عبادت سے جب کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا اور دل بھی اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے، اس میں ریاکاری بھی نہیں ہوتی۔

ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ **مومن کا شرف کیا ہے؟**

مومن کا شرف قیام الیل میں ہے۔ رات کا قیام۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے کہنے لگے اے محمد ﷺ جتنا چاہو زندہ رہو بالآخر تو مرنا ھے، جس کو چاہو محبوب بنالو بالآخر تو جدا ہونا ہے۔ جیسے چاہو عمل کرو بالآخر اس کا بدلہ تو ملنا ہے۔ اور جان لو کہ مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے، اس کی عزت لوگوں سے بے پرواہ ہو جانے میں ہے (یعنی لوگوں سے لالچ نہیں رکھتا۔)

❖ آیت 10

یہ کتنی بڑی خوشخبری ہے۔ نیکی کا فائدہ دنیا میں بھی ملے گا۔

✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اطاعت کرنے والے کو اجر ناپ کے دیا جائے گا۔ اور اس کے اجر کا وزن کیا جائے گا۔ سوائے صبر کرنے والوں کے، ان کو انکا اجر چلو بھر بھر کر دیا جائے گا، یعنی مقدار ہی نہیں ہو گی۔ (بے حساب)

روایت میں آتا ہے کہ دنیا میں جو آزمائشوں میں گھرے رہے ان کو لایا جائے گا نہ ان کے لیے ترازو رکھا جائے گا، نہ ہی نامہ اعمال کھولا جائے گا اور بغیر حساب کے ان پر اجر انڈیل دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان آزمائشوں والوں کی فضیلت کو دیکھ کر جو لوگ دنیا میں تندرست اور صحت مند تھے وہ وہاں آرزو کریں گے کہ کاش انکے جسموں کو بھی قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا تو ایسا ہی اجر ملتا جیسے یہ لوگ پا رہے ہیں۔

یعنی کاش دنیا میں ہم پر مصیبتیں آئی ہوتیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مصیبت مانگی جائے۔ بندہ مومن پر ہر وقت کوئی نہ کوئی مشکل آئی رہتی ہے۔ کبھی اولاد کی طرف سے، کبھی اپنے آپ کی طرف سے، کبھی عبادت مشکل ہو جاتی ہے، کبھی روزہ لگنے لگتا ہے، کبھی نیند آنے لگتی ہے۔ کبھی کچھ اور، تو ایسی ساری چیزیں انسان کا امتحان ہوتی ہیں اور، پھر ان امتحانوں میں انسان اگر صبر کر کے اپنا کام جاری رکھے۔ اللہ کی عبادت کرتا رہے، اطاعت کرتا رہے، اس سے مغلوب نہ ہو جائے۔ تو یہ صبر ہے۔

❖ آیت16

اللہ تعالی آگ سے ڈراتا ہے۔ اس لیے لوگوں کا ہمیں کہنا ہے کہ آگ کا ذکر مت کرو، جہنم کی باتیں نہ کیا کرو، تو کیسے نہ کریں، جب اللہ تعالی نے خود کر دی۔ کیونکہ خوف انسان سے وہ کچھ کروالیتا ہے۔ جو امن چین سے انسان کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو اللہ تعالی انسان کو جہنم کا خوف اس لیے دلاتے ہیں تاکہ انسان کے اعمال درست ہوں۔

اس دن میں نے آپ کو مثال دی تھی کہ جیسے آپ کسی کمرے میں کھڑے ہیں اوپر سے بھی آگ لگ گئی اور فلور پر بھی اور دروازہ بند ہیں، نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تو انسان کے اوپر کیا گزرے گی imagine کریں آپ، کسی وقت کھڑے ہو کر imagine کریں تنہائی میں۔

تو ہم وہ جہنم کی آگ نہیں برداشت کر سکتے اس سے ڈرنا ہی چاہیے، اور جن جن چیزوں پر جہنم کی آگ کی بات کی گئی ہے ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔

❖ آیت18 یعنی احسن عمل کرنے والے وہی بہترین لوگ ہیں۔

❖ آیت21

یعنی آسمان سے بارش برستی ہے۔

کہ کس طرح انسان دنیا کہ رونقیں دیکھتا ہے اور پھر وہ ایک کے بعد ایک اس کے لیے بے معنی ہو جاتی ہیں۔

❖ آیت22

شرح صدر کب ہوتا ہے؟ کس کا سینہ اللہ کھول دیتا ہے؟

جب انسان شرک کو چھوڑ کر توحید پر آجاتا ہے۔

جہالت چھوڑ کر علم پر آجاتا ہے، غفلت چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ کے ذکر پر دوام کرتا ہے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، بہادری سے کام کرتا ہے، اس کا دل کشادہ ہوتا ہے، ڈرتا نہیں، دل سے کینہ نکال دیتا ہے، فضول کاموں کو چھوڑ دیتا ہے۔

لیکن جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہوگئے ان کے لیے کیا ہے؟

ان کے لیے ویل ہے۔

مالک بن دینار کہتے ہیں: کسی بھی شخص کو دل کی سختی سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں دی گئی۔

Hard hearted سب سے سخت چیز ہے۔

✷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے: کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو ان دیہاتیوں نے کہا ہم تو اللہ کی قسم اپنے بچوں کو نہیں چومتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے اندر سے رحم اٹھالیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

دل سخت ہونا بد بختی کی علامت ہے۔

✷ ایک شخص نے آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم دل کو نرم کرنا چاہتے ہو تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ صرف اپنے کارڈ کے ذریعے ہی، یا بینک ٹرانسفر سے یا کسی کے ذریعے ہی رقم نہ بھیج دو، اس کے ہاتھ میں دو، اس کے سر پر ہاتھ پھیرو، اس کو پیار کرو اس سے تمہارے دل کی سختی ختم ہو جائے گی۔

ہوتا ہے نا کبھی کبھی انسان کہتا ہے کہ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا، کوئی اچھا عمل نہیں ہو رہا، تو انسان پھر کچھ عملی طور پر ایسے کام کرے، غریبوں کے اندر جائے، ایسے علاقوں میں جائے، جیسے لوگ holidays پر جا رہے ہوتے ہیں تو holidays صرف وہاں ہی نہ کریں جہاں صرف دنیا ہی دنیا ہے، اِس دنیا سے نکل کر ایک اور دنیا میں چلے گئے، ایسی جگہوں پر جائیں جہاں قدرت کے نظارے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے لوگ رہتے ہوں جو آپ کی طرح نعمتوں میں نہیں ہیں، تاکہ ان کو دیکھ کر نعمتیں یاد آئیں۔

❖ آیت 23

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایسی کتاب ہے جس کے مضامین ملتے جلتے اور بار بار دہرائے جاتے ہیں۔۔۔

یہ تو آپ محسوس کر ہی رہے ہوں گے مسلسل قرآن پڑھتے ہوئے۔

خوف سے رونگٹے جو کھڑے ہوتے ہیں تو صرف جلد کا ذکر کیا گیا ہے اور امید سے دل نرم ہوتے ہیں۔

ایمان خوف اور امید کے درمیان میں ہے۔

تو کچھ چیزیں انسان کے اندر اثر کرتی ہیں اور کچھ چیزیں انسان کے باہر ظاہر ہوتی ہیں اور یہ اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے، یہ اولیاء اللہ کی صفت ہوتی ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھیں بھر جاتی ہیں، ان کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں۔

❖ آیت 31

جھگڑے کس چیز کے بارے میں ہوں گے؟

اپنے حقوق کے بارے میں

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن تم لوگوں سے حقداروں کے حقوق ادا کروائے جائیں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔

استغفر اللہ۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

کہ جس کی موت ایسی حالت میں آئے کہ اس کے ذمہ ایک دینار اور ایک درہم بھی ہو تو اس کی ادائیگی اس کی نیکیوں سے کی جائے گی کیونکہ وہاں دینار اور درہم نہیں ہوں گے۔

اگر کسی کا قرض دینا ہے تو وہ چکا دیا جائے، کسی کی کوئی امانت رکھی تو وہ واپس کر دی جائے لیکن غفلت کی زندگی نہایت نقصان دہ زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

سورۃ ص میں ہم نے پڑھا

كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ

- الحمد للہ ان بہنوں کے لیے جنہوں نے ابھی تک قرآن کریم کو تفصیل سے نہیں پڑھا ہمارا نیا تعلیم القرآن اردو کورس ان شاءاللہ ستمبر میں شروع ہو رہا ہے تاکہ ہر ہر لفظ کو پڑھ کر اس کے معنی کو سمجھ کر، اس کی تفسیر سے گزر کے، اس کی تلاوت کا اہتمام کر کے یہ کورس آپ کو قرآن کریم کا وہ فہم عطا کرے گا جس کے ذریعے آپ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں گے۔

اس کی تفصیلات ہماری ویب سائٹ پر کل سے موجود ہوں گی۔ پارٹ ٹائم کورس ہے، ویک ڈے میں جب بچے اسکول جائیں گے تو مدرز یہاں آ کر قرآن کریم سے اپنا قریبی تعلق جوڑ سکتی ہیں۔

- آیات سکینہ والی آیات کا کارڈ پرنٹ ہو کر آ گیا ہے۔

پارہ 23 کے اہم اسباق

1۔ دل کا سخت ہونا بد بختی کی علامت ہے۔

دل کا معاملہ ہمارا اپنا ہوتا ہے، کوئی اور نہیں پہچان سکتا، جب آپ کو محسوس ہو کہ دل سخت ہو رہا ہے، کوئی نصیحت کی بات اثر نہیں کر رہی یا قرآن کا سننا اثر نہیں کر رہا تو کثرت سے قرآن پڑھیں، یہ دل کی سختی کا علاج ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آتا ہے

لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُۥ خَٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ ٱللَّهِ ۚ وَتِلْكَ ٱلْأَمْثَٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو پہاڑ بھی اللہ کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا (الحشر 21)

تو اس کا کیا مطلب ہے؟

اگر دل سخت ہے تو اسے نرم کون کرے گا؟ قرآن کرے گا وہی ریزہ ریزہ کرے گا اس کی سختی کو۔

2۔ قیامت کے دن سب لوگ اپنے ہی ہم خیال لوگوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

3۔ قلب سلیم شرک اور شک سے پاک ہوتا ہے۔

4۔ ہر شخص کی ایک پہچان ایک شہرت آسمانوں میں ہے یعنی آسمان کے فرشتے یا آسمان کی مخلوق اس کو اس خاص پہچان کے ساتھ جانتے ہیں اور پھر وہی زمین پر بھی اتار دی جاتی ہے۔

5۔ لوگوں کی خیر خواہی بہترین خصوصیات میں سے ہے، جو ہر داعی کے اندر ہونی چاہیے۔

6۔ مومن کا شرف قیام اللیل میں ہے۔

7۔ صف بندی نماز کا حصہ ہے۔

8۔ تسبیح نجات کا باعث ہے۔

9۔ دین خالص اللہ کا حق ہے۔

10۔ انسان کی فضیلت کا تعلق اس کے نیک اعمال کے ساتھ ہے۔

11۔ جو آج ہم کر رہے ہیں وہی کل بدلے میں ملے گا۔

12۔ پختہ یقین عمل کی قوت کو بڑھا دیتا ہے۔

اکیڈمک ڈپارٹمنٹ

(کراچی ریجن)